مقدمہ

از

سحبان الہند علامہ کیفی چریاکوٹی

اصناف سخن میں رباعی کا درجہ جو کچھ بھی ہو اس میں طبع آزمائی اور
پھر کامیابی مشکل ہے یہی وجہ ہے کہ رباعی گو شعرا کم ہوئے جو انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں
فارسی زبان کی ہمہ گیری، قدرت، عذوبت، روانی بھی رباعیوں کم عہدہ برآ
ہو سکی۔ سوانح۔ تواریخ۔ تذکروں وغیرہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعری کے
ذخائر میں چند قطرے ہیں جو رباعیوں کی آب لال سے بیاس بجھا سکتے ہیں۔
رباعی گو شعرائے فارسی میں مشہور تر خیام، طاہر، ابو الخیر اور سرمد ہیں۔

جب فارسی کا یہ حال ہے تو اردو کی تنگی داماں کا گلہ کس سے کیا جائے اسکے دامن میں
اگر صرف انیس و دبیر نظر آتے ہیں تو یہ بھی قدرت کی بیدریغ بخشش ہے۔
غور کرنے سے اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ رباعی کا میدان تنگ ہے پھر قدم
قدم پر سنگہائے راہ ہر رہرو کیلئے ہمت آزما نہیں بلکہ حوصلہ فرسا ہیں تفصیل یہ ہے۔
رباعی کی بحریں محدود، مضامین معین، ہیئت مختصر اسلئے مجموعی حیثیت کامیاب
ہونا ہر شخص کا کام نہیں چار مصرعے اسطرح ہوتے ہیں کہ چوتھا نتیجہ ہوتا ہے اور تین
مقدمے، پھر ان کا باہم مربوط ہونا ازبس ضروری ہوتا ہے۔ جو مضمون رباعی
ادا کرتی ہے وہ اسطرح کہ پوری تفصیل معمولی اجمال میں آجاتی ہے۔
مضمون کا تعین اسطرح ہوتا ہے کہ رباعیوں میں مسائل تصوف، اخلاق، پند و نصائح
بیان کیے جاتے ہیں۔ اسکی زمین شور میں حسن و عشق کے سنبل و ریحان نظر نہیں آتے اور
آنکھوں کو بھلے معلوم نہیں ہوتے خیام جو رباعیوں کا امام کہا جاتا ہے اسکی بھی
آزاد مشربی فلسفہ ادبی کو تو اپنے دامن میں جگہ دیتی ہے مگر حسن و عشق کے پھول

چلنے سے خالی ہے۔ ایک خاص فلسفہ خیام کا ہے جس نے اسکو مشرق و مغرب میں مشہور و مقبول کر دیا ہے مثلاً (۱)

ناکردہ گناہ در جہاں کیست بگو
آں کس کہ گنہ نہ کرد چوں زیست بگو
من بد کنم و تو بد مکافات دہی
پس فرق میان من و تو چیست بگو

کہتا ہے کہ دنیا میں کون ہے جس نے گناہ نہیں کیا، گناہ کا سرزد ہونا ایسا فطری ہے کہ بغیر اسکے کوئی شخص زندہ نہیں رہ سکتا میں گناہ یا برائی کرتا ہوں اور تو بھی اسکا برا ہی بدلہ دے پھر تجھ میں اور مجھ میں فرق کیا رہ جاتا ہے۔
مسئلہ طالب حمرت کو کس خوبی سے بے تکلف ادا کرتا ہے پھر رباعی کی قیود و پابندی کے لفظ نظر سے قافیے کتنے چست۔ چوتھا مصرع نتیجہ اور تین مقدمے ہیں باہم مربوط اور کتنی صفائی بندش کے ساتھ شاعرانہ انداز کی شوخی و پختگی کی کتنی نادر مثال ہے خمریات میں خیام کی رندی کا جلال دیکھیے۔

دست چو منے کہ جام و ساغر گیرد
حیف است کہ آں فتر و منبر گیرد

تو زاہد خشکی و منم فاسق تر　　آتش نہ شنیدہ ام کہ در تر گیرد

جس ہاتھ میں جام و ساغر ہو اُس میں دفتر و منبر کا رہنا حیف ہے تو زاہد خشک ہے میں تر دامن گنہگار سُنا نہیں کہ آگ کا اثر تر چیز پر ہوتا ہے۔

اسی طرح مختلف مسائل خیام نے رُباعیوں میں نُدرت و جدّت کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ ابو سعید ابوالخیر کا مطمحِ نظر مذہب کے اندر آزادی کا رنگ ملاحظہ فرمائیے۔

آں را کہ قضا ز خیلِ عشاق نوشت　　آزاد ز مسجد ست و فارغ ز کنشت

دیوانۂ عشق را چہ ہجراں چہ وصال　　از خویش گزشتہ را چہ دوزخ چہ بہشت

سرمد نے رُباعی کی خشک زمین میں حُسن و عشق کی بیلیں بھی جا بجا لگائی ہیں۔ عشق کا ایک ہنگامہ آفریں نمونہ ملاحظہ کیجیے۔

سرمد غمِ عشق بوالہوس را نہ دہند　　سوزِ دلِ پروانہ مگس را نہ دہند

عمرے باید کہ یار آید بکنار　　ایں دولتِ سرمد ہمہ کس را نہ دہند

بوالہوس و مگس کا ہم قافیہ ہونا دو مصرعوں میں، تیسرے میں عمرے باید کا ٹکڑا چوسٹھے

مصرعے میں "دولت سرمدؔ" لفظی و معنوی محاسن ہیں جنکی بدولت یہ رباعی مقبول خاص و عام ہو گئی ہے۔ اردو میں انیسؔ و دبیرؔ کے سامنے موضوع خاص منقبت آل رسول کے علاوہ بیان اخلاق وغیرہ بھی ہے اور بہترین انداز میں مثلاً انیسؔ کہتے ہیں —

پرساں کوئی کب جو سر فرازی کا ہے ۔۔۔ ہر گل کو گلہ کم اتفاقی کا ہے
شبنم سے جو وجہ گریہ پوچھی تو کہا ۔۔۔ رونا فقط اپنی بے ثباتی کا ہے

دبیرؔ نے کہا ہے —

ادنیٰ ٹلے جو سر جھکائے اعلادہ ہے ۔۔۔ جو خلق سے بہرہ ور ہو وہ زیادہ ہے
کیا خوب دلیل ہے یہ خوبی کی دبیرؔ ۔۔۔ سمجھے جو برا آپ کو اچھا وہ ہے

ہمارے محترم کرمفرما جناب مشفقؔ عمادپوری (بہاری) حضرت امیرؔ مینائی کے تلمیذ رشید ایک کہنہ مشق استاد تمام اصناف سخن پر یکساں قدرت رکھتے ہیں آپ نے رباعیات کی مشکل صنف میں بھی طبع آزمائی کی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ کامیابی کے ساتھ داد سخن سنجی دی ہے۔ یہ کہنا بے کم و کاست صحیح ہے کہ حضرت مشفقؔ کی

رباعیاں اردو زبان میں بیش بہا اضافہ ہیں۔ ہمارے سامنے آپکی چار سو رباعیوں کا
مجموعہ ہے جو موضوعات و عنوانات کی تحت میں نہایت گراں قدر ذخیرہ ہے۔
حضرت شفیق ممدوح نے رباعیوں کو مرتب و مدوّن کر کے اردو میں ایک نئی چیز پیش
کی ہے آپ کی ہمہ گیری نے کسی ضروری موضوع کو تشنہ نہیں رکھا۔ مثلاً توحید۔ نعت
فلسفہ اخلاق۔ ہستی۔ دنیا۔ جوانی۔ پیری۔ فنا و بقا۔ عاشقانہ۔ موسمی رباعیاں۔ مکالمے
قومی۔ غزائیہ۔ ضرب المثل۔ واقعات۔ تمام خوبیوں کے ساتھ ضروریات شعریہ کو بھی
ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ تمام تر لوازم حسن کلام کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسا مجموعہ مرتب
کر لینا آسان نہیں قارئین کرام کے سامنے رباعیاں موجود ہیں اس بنا پر اجمال کو
تفصیل کی ضرورت نہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ ادب سے ہمدردی زبان سے دلچسپی
رکھنے والے ان رباعیوں کا مرتبہ سمجھنے میں دریغ نہ کرینگے۔

کیفی چریاکوٹی ۱۱ مارچ ۱۹۳۵ء

توحید و تحمید

هو الاول هو الآخر

اول بھی تھا وہی ہے آخر ہے وہی
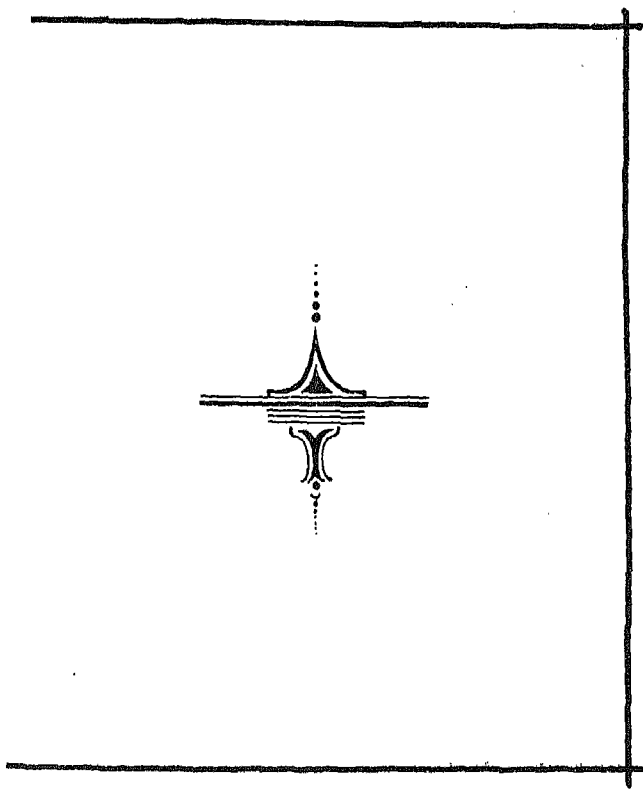
باطن بھی تھا وہی ہے ظاہر ہے وہی

مصنوع سے صانع کا نشاں ملتا ہے

تصویریں یکتائی ہیں مصور ہے وہی

خدا و ناخدا

منجدھار میں غم کا آشنا بھی ہے وہی
ڈوبتے کا آسرا بھی ہے وہی
ہر ڈوبتی ناؤ کا بچانے والا
بندوں کا خدا بھی ناخدا بھی ہے وہی

۲

ہر دیدۂ بینا میں ہے جلوا اسی کا
ہر آئینۂ دل میں ہے نقشا اسی کا

ز کلیم دہلوی

پیش نبی کے

پیش نبی پاک و اصحاب کا جلوہ

پیش نبی پہ درودوں کی ہے

ہر ایک سے آتی ہے آواز

تو حق کی جیسی

شہنشاہ غنچ والا اور منصور

۶

دروازہ کھولا ہے کوئی

سب عرش سے فرش تک آرائش کا ہے

شمس و قمر شفق

روشن شمس منظر ہے

یہ سنگ و شجر آتا کا

سب کوہ و دکھیاں بیل طور سا ہے

بخشش قدرت

تاروں کو فلک کا شامیانہ بخشا

ذروں کو زمیں کا خزانہ بخشا

پتھر کو دیے لعل و جواہر اس نے

گوہر کو صدف میں آب و دانہ بخشا

۸

خوانِ یغما

ذرّے ذرّے کو فیضِ صحرا سے ملا
قطرے قطرے کو حصہ دریا سے ملا
دانے دانے کو ارض نے خرمن بخشا
کیا کیا نہیں اک خوانِ یغما سے ملا

۱۰

بہار فطرت و باغبان قدرت

ہر نقش و نگار روبہ صنعت تیری

بہار فطرت تیری

گلشن چمن بہار دنیا ہے

پتا پتا سب بات ہے باغبان قدرت تیری

||

بحر نواز

باپا جی چاچا پیارا سچّے نبی تھا

شاہ جی باجے بنا سچّے نبی تھا

بھیس تو تو طرح زور بیا جی

چھوٹی پیارا نواز سچّے نبی تھا

حمدِ ذات

احسان سے جس کے بندوں میں پیدا ہے شغف

حیرت سے بہار است کہ ہر اک کو ذوق

حیرت سے سرشیشہ

بجوری کی تھا گنہگار ترا ہے شغف

شیشہ دل کیا اور ادب جنت ہے شغف

۱۳/

نغمۂ نو

بلبل کی فغاں نغمۂ مستانہ ہے

قمری کی اذاں نعرۂ مستانہ ہے

ہر ذرّہ چمن کا ہے غزلخواں تیرا

ہر نقش ازل کا اک افسانہ ہے

ادا

شاہ مرادی رباعی

کیا بو سعید شان کبریائی دیکھی

تن جھیبن سبھی میں سب خدائی دیکھی

بن کھلیں جو شفق تو اللہ اللہ

زیبی بھی ادا ساکی دیکھی

بنیاری

نظامر حجیب وہ داو سستیب سبیب

سنیب سبیعہ سیب

مشتاج حجیب سبیبی

بنیاری سبیبی

اسد غنی ایتہ بنیاری سبیب

نبیے تنشکیفہ بیت پیندایہ

نعت

احد و احمد

کثرت میں بھی وحدت صمد کو دیکھا
بحر عرفاں سے جزر و مد کو دیکھا
حد ہے کہ اٹھا میم کا پردہ جو شفیقؔ
احمد کے لباس میں احد کو دیکھا

۱۴

نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

منہ میں عجب میٹھا ہے

سن کر سب کو لگتا میٹھا ہے

جو لطف حلاوت کا ہے اس کا بار

ہر اک زباں پہ میٹھا ہے

دو بار اسے لب پہ لاؤ میٹھا ہے

رسول خدا

جو راہ پر آیا رہنما تک پہونچی

منزل یہی طے جو مصطفٰی تک پہونچی

اللہ سے جو ملا محمدؐ سے ملا

پہونچی جو رسول تک خدا تک پہونچی

بہ

حق کا پیغام حق کے لب سے سنا
قرآن خدا زبان سرور سے سنا
آواز حق ایک ایک سے سننے والا
اب کس سے کہیں کیا پیغمبر سے سنا

بر معراج

معراج میں قرب کی انتہائی ہے یہ

سوا یہاں الٰہ اب حجاب ہے

قطرہ و دریا ہوا یہاں سر کا نقطہ

یوں سنگیا وہاں آ کے امر کا

صحیح احمد

تحقیق شش ۳۲

شانِ اولیاء

اوصافِ محمد کے خدا سے پوچھو
تعریف خدا کی مصطفیٰ سے پوچھو
پیارا ہے ہمیں ساری خدائی سے بڑھ کر
اس صاحبِ لولاک کی آل سے پوچھو

۲۵

حروف ابتر سہ حرکی

اصل علی حروف از ردیف شمار

احمد سے کھی چا پائیں مجھے سے کھی چا یار

احمد سے کھی چا پائیں دیکن ایاں قائم

چاروں سے دیں پہ پار دیکن کا مدار

جن پہ قیام ہر دین و ثبت کا مدار

۳۶

منقبت

مشق تخمین

جیہڑی کا سعود والمین کس تعریف

جس دی حسن کی تعریف

جیہڑا کس حسین دی تشفیق

الف آ ب ت ث چنگیاں دی عادت

حقہ معوان تخمین کس تعریف ۱۳۵۲

دل ہے آئینۂ ضیا ہے چاہیئے

سینہ ہے سفینہ وار ہے چاہیئے

دشمن آئینہ ہے ۔۔۔ چاہیئے

۔۔۔ حکمت ۔۔۔

فاتح خیبر

میدان تپی عشق کے غضنفر جنگ

غازی وجری فاتح خیبر جنگ

ارشاد پیمبر تھا کہ آستانہ زنی

تھا قافلہ شوق کا کہ جنگ آرائی

۴۹

ولادت و شہادت

اونچا ہوا کیا نام خدا نام علیؑ
زینۂ عرش بریں کا ہے بام علیؑ
پیدا ہوئے کعبے میں تو مسجد میں شہید
آغاز علی وہ تھا یہ انجام علیؑ

بہ

دامان علی

سیکڑوں قربان دل و جان علیؑ

سیکڑوں دل و جاں بندۂ احسان علیؑ

لاکھوں دل و جاں پہ شفیق انشاء اللہ

اٹھوں گا کہ ہے

کرتا ہوا دستِ من و دامانِ علیؑ

٣١

نخلِ حسن ستم کش تشنہ نشینی
نخل سر سبز آتشِ غمی
سرِ حسین کا نیزے
اخلاقِ محمدی کا پیکر
تا قیامت نشیب خلقِ نبی

[illegible]

حسن و حسین
زہرا کے پسر علی کے نور العینین
ہیں سبطین رسول الثقلین

ولادت شہادت حسینؑ

شعبان کی تیسری کو آیا وہ ماہ
جب پاک سے وہ جنبش تھا اشارۂ الٰہ
شہ پاک سر سے جو دامنِ گردوں پہ شفق
ہے یہ شفق کی شہادت کا گواہ

۴ھ

دوبارہ

بے سلسلۂ وجود باری پیش

اے عقل کل رہ رستگاری پیش

بصحبت سب کا حق ادا یو نہ رسا

اے زاری کہ بہ وہ آزادی پیش

اشعار مروجہ

پتلا بنا لینے سے کوئی ڈھلتا ہی نہیں
دیکھا کوئی سانچے سے نکلتا ہی نہیں
ہوتا نہ اگر کوئی چلانے والا
اتنا بڑا کارخانہ چلتا ہی نہیں

۳۹

نظامِ عالم

سے کیوں نظامِ عالم کو قیام
بانظم ہے کیسی کو قائم ہے نظام
بانظمی نہیں ہے وقتِ غروب
پیچھے طلوع کے ہے پیچھے
ہر دن کی ابتدا نہ صبح کی شام

غنی دہلوی
اک تخت پہ بیٹھے نہیں دو صاحب تاج
اک ملک میں چلتا نہیں دو شاہ کا راج
دو ہوتے اگر ایک خدائی کے خدا
ہو جاتی قیامت ہی کبھی کی برپا آج
۳۱

تخلیقِ مادہ

ذرّے ہوئے وحشتِ لاامکاں سے پیدا

قطرے ہوئے جبرِ بیکراں سے پیدا

شبنم جو ہوئے آفاق پہ چھائیں

آخر ہوا مادّہ کہکشاں سے پیدا

قوتِ حیات

اچھا ہوا اے شیخ یہ جس میں پیدا
پابندیٔ نفس سے قفس میں پیدا
بندہ ہوں میں جدا کر کے پاتا کون شفق
یا صیاد ہوا اپنے ہی بس میں پیدا

۱۹۴۲

سائنس کا ناکافی

سائنس کو مذہب کا پتا ہی نہ ملا
مذہب سے بھی ڈورے کا سرا ہی نہ ملا
سب راز کھلے راز خدا ہی نہ کھلا
عقدہ تو یہ عقدہ کشا ہی نہ ملا

۴۴

غالب کی ایک غزل

شہر میں یار آشنا بھی نہ ملا

راہِ منزل کا پتا بھی نہ ملا

بے نیازی تشنگی بھی سہی ہے

نفس آلود خدا بھی نہ ملا

تابش

ہنس کی دنیا

ذرّوں میں نظر آتے ہیں صحرا آباد

تاروں میں ہیں و دکھائی دیتی ہے دنیا آباد

ہنس کی دنیا بنائی جہاں سے الگ

بادشاہ کی ہے جیب میں دریا آباد

۴۶

ساتھی کا مجموعہ [illegible]

ساتھی مرے خوش بختی ہستی پہ ہے مست
جو الجھا ہوا ہو تو پھینکوں سے روز الست
آئی وہ بلا کہ آسی کو یاد آیا سب
اب تک ہے سبق یاد بیت کو ہست

۲۴

ہنسی کا ایجاد

ہنسی کی ایجاد ایک آفت ہے
نازل ہوتی ہے بند و قیامت ہے
لاتی ہوتی ہے بلا اپنے ساتھ یوں
اپنی ہی سر آپڑی مصیبت ہے

۲۸

مانس کے دوہے

سانس کے شبد سے جو ظاہر اک روپ

اڑاڑ کے غبار کی طرح جو چھوپ

بسا بسا کے آس برباد ہوئی

چھٹی ہوا کی تپتی پہ جو دھوپ

ھ

اخلاق
و
تصوّف

مطلب سمجھے

عقل بے آنکھوں کہ تجھے سے دنیا آنکھوں

روشنیا آنکھوں کہ ظلمت ڈھونڈیا آنکھوں

سب کچھ آنکھی سے سب کچھ ہوئے

بس تجھے سے سواتنا کیا آنکھوں

۱۵

مطلب آفرینش

دالہ ہیں کہ ہمسر صاحب جنت نہیں

مژدہ ہیں کیا کہ مژدہ کا عشرت نہیں

آتش عصیاں لہو قہار رحمت نہیں

تمہیں بتا دو کہ ہمت نہیں

۵۲

تنبیہ غفلت

غفلت سے رنج ہم کو جا بجا پہنچتی ہے
غافل تری گھات میں قضا چھپتی ہے
دانا ہے تو کر روش فلک سے ہشیار
ناداں ترے سر پہ آسیا پھرتی ہے

نوید نجات

پڑھ کر کلمہ تائبِ عصیاں ہوں
شرمندۂ غفلت سے پشیماں ہوں
گمراہ ہوں اجل سے گزرا صبر و تمیز
ناری ہے آخر تو مسلماں ہوں

٥٥

زاہد خشک

ہے زاہد خشک تشنۂ آبِ جنت
رکھتا ہے بوالہوس ہوائے جنت
طاعت میں غرض کو ریا ہے شامل
سچ ہے کہ یہی ہے بنائے جنت

تسبیح ثانی

کیوں بجز نمود بیجا سرگردانی ہے
طاعت میں بھی آئینِ شیطانی ہے
دانا ہے تو آوازِ اذاں سن اے زاہد
کہتا ہے اذاں ہے صرف نادانی ہے

۵۶

مجدد بیانی

سلام سے کی صبح و قلب نورانی ہے
ایمان کی جان ذوق عرفانی ہے
آئینہ جو دل کا زنگ سے صاف نہ ہو
سجدہ کا نشان داغ پیشانی ہے

۵۹

ترش صد چشمہ زبان دل

سنگ گوہر انصاف ملے پیر و کمان

سے نیک اولیا کو وہ کہ انسانوں

دو بیکھوں سے ایمان کی اول

بان ایک ایک بات ایمان

سنے پیش دل ایک شیخ پہ ایک زبان

١٠

رباعیاتِ علائی

جس بندے کا دل ہو وہ بندہ پرور راضی
بندے سے نہیں بندے سے اس کے راضی
دنیا ہے جو اک سرائے آفاقی
بیوپاری ایک عالم مصر
دونوں کو وہ کر سکتا نہیں ہے راضی

۱۶

شجر جواہر

زیور ہے علم و فن کے عماری کا سر بسر

گویا ہے پتی کا ایک ایک ثمر یاقوت

گوہر ہے الماس لعل پنا نیلم

جوہر ہیں نفیس سب بیش بہا

ایسا ہے بے شیفتہ پریشاں
جیسے ہے خاطر پریشاں
صحبت میں ناداں منعم
مشکل طبیعت کی ہے ناداں
ہے پیش از اولاد انساں

بزنتی

گلِ تر سے چمن چمن سے صحرا خالی
گوہر سے صدف صدف سے دریا خالی
ہے گنبدِ آسماں بھی بشکلِ حباب
اتنا بڑا ظرف اور ایسا خالی

۹۶ء

دل

دل نبی کا پارہ

اسلام کی پرورش کا گہوارہ ہے

ایمان کی اردو شی کا سیپارہ ہے

شفیق

سینہ مومن کا لوح قرآن ہے

سی پارہ مصحف دل نبی کا پارہ ہے

۶۴

دل کے سوکھے

جابجا شفق سے کیے جام سرخ ہیں

پیش جھولی میں آب ہیں

پھول دل کے اور

سکھ کے آب

تھا آب

۲/۸

دل کے دو حرف

دو حرفوں سے دل کو کھل گیا ہے بیچ حال

دونوں ہی پائیں شے جیسے سا الستا پڑا

دونوں ری ایک ہی سطح کا کھل

نقطہ کی طرح بند حرف سے دوال

اللہ کا الام سے مجھکو سب سے وال

۹۶

خدا کا گھر

دل اس کی محبت کا ولا کا گھر ہے
ایمان کی بنا صدق و صفا کا گھر ہے
کیا خوب بلا تُرب کا پہلو یہ شفیق
پہلو ہی میں بندے کے خدا کا گھر ہے

۱۷

دل کا دروازہ
داتا کا گھر غنی کا دروازہ ہے
اللہ غنی سخی کا دروازہ ہے

بیتاں وسیتاں ولی

حق بیں ووی آئینہ جیکا دل ہے

دانا ہے ووی مرد و بینا دل ہے

کہ جس کے کہ آں صاف نہیں

بیچ انکا ووی آئینہ جو بادل ہے

سہرا

دل کا قبلہ

یہیں کیوں جلوہ گاہ گویا دل ہے
یہی آنکھیں یہی طورِ سینا دل ہے

شفق

کعبہ بھی طواف جس کا کرتا ہے
شیخ یہی وہ اہلِ دل کا قبلہ دل ہے

۶۷

تثبیت کا بیان

ذرہ ہے زمیں جس کا وہ صحرا اول ہے
قطرہ ہے فلک جس کا وہ دریا اول ہے
سمجھیں کیا وسعت ہے ذرا سے گھر میں
انسان کی عمارت کا تماشا اول ہے

۵

دل کا خزانہ

قیمت کا گوہرِ یگانہ دل ہے
تسبیح کا عرفان کے دانہ دل ہے
کھلتا ہے قفل اسی سے اے انیسؔ
کنجی ہے زبان اور خزانہ دل ہے

دل کا آشیانہ

کہیں کا قبلہ نما نہ دل ہے
وائیں کا کعبہ بتکدہ دل ہے
زیبا ہے جس میں طائر قبلہ نما
اے غنی اوہ آشیانہ دل ہے

۱۳

در بیان وحدت

پچ پچی ہوں ماعرش کاج عرفان دل میں

سب اہل بے عبارات دل میں

کہ سب ایلاں کا اسکال نہ سہیا

نہیں ہے سکال سے آل دل میں

دل ایسا کی مکوو سعدت دل میں

[illegible]

پیا عشق بادہ پیا دل سے

انکھیں ساغر جام صبا دل سے

[illegible]

ابر قطرہ سے کرم سے

کیا باتیں تری ساقی پیا دل سے

۸۱

دل کی دنیا

شہر دل ہے داستان کیا کیا دل کی

ہر ایک پہ کیا بنا یا بیتی کیا دل کی

سر کو تیشے شیشے پہ کسی قلعہ کو کوئی

دنیا جہاں کی ہے دنیا دل کی

۸۲

دل کی آستی

رفعت سے بلبل جاتی ہے اس کی چٹی

بل جاتی ہے بیپی سے اس کی ستی

لتا ہے کچھ جہاں میں پی ویراں ہو

ستی سے آج لے کر اوروں آس کی ستی

دل کا ویرانہ

ہوتا ہوا اس سے غم کا افسانہ تھا

ہوتا ہوا اک عشق کا پیمانہ تھا

بتا نہیں سینے میں پنہاں حبیب کا شفیق

کیا ہو گیا وہ دل آہ مرا جو دیوانہ تھا

مد

دل کا ملک

کیا فاتح دل کا بھی جانشین قاتل ہے

سے کہیں اور محل عالی ہے

اعلیٰ سے کہو ہے معمولی اوقات

دو کھے ہے بیت جیب

وہ مکاں سے بیت سبک خط ادا ہے

۲۵

باطن ہے پاک صاف تو آئینہ ہے

دلدار کا آئینہ

تو فیض حسن داد و کا گنجینہ ہے

آنکھیں تری دیدار کا پیمانہ ہیں

دل ہی ترا دلدار کا آئینہ ہے

دل کا عالم سے آئینہ بیتاب ہے
آئینہ صیقل سے لب بیتاب ہے
پیچ بھی لب پر ساقی و دو جام
ماشاء اللہ دل سے ہے جہاں تاب ہے
جلوہ ہے کبھی جہاں نایاب ہے

٦٨

دل کا پیمانہ

آنکھوں میں ترا جلوۂ مستانہ ہے
سینے میں انساں کے ترا میخانہ ہے
لبریز ہے عشق و محبت سے
چھلکے نہ کبھی دل کا وہ پیمانہ ہے

غالب کا پیمانہ

عشاق کا اور رنگ مستانہ ہے
میکش پہ نئے نیا پیمانہ ہے
باقی غم عشق جو دل کا غالب
ہر کھیپ سا غم [illegible] قلب بیمانہ ہے

۹۰

دل کے واسطے

پہلے جو ہو وصل میں دل لے

وہ تیں جو دل میں وداع میں دل لے

حسرت ارمان آرزو شوق وصال

چاروں اماندہ قافلے میں دل لے

۹۱

دل کی فتح

کیوں نہیں پیو دس جا باتی کی

کیوں دل پر سیج نقش باتی کی

سکیں دل کو لالا آساں

ستی ہیں جا امی کا کچھ پیشی کی

فتح ہیں خاک آنکھ کا تا سر

۹۵

[illegible]

حال جو بے درد سے کہی کمر کا دل

حال جو ہے دل جسکا نہیں ہی پھنس میں

بے نام مرکا دل تشنہ شفق

احساس ہو تو تشنہ ہے

دل سینے میں چھپ کر کہاں کا سیل

دل کا چراغ

حسن کا مہر کا دل حسن میں ہے عشق کا داغ
بس بنا کے مجھ پھول نے بیگانہ رو داغ
حسن سے جہاں شمع نو
بزم روشن سے جہاں
اپنا سینہ کے گل اوج شفق دل کا چراغ

۹۰

دل کی بات

نادان وہ ہے جو منہ میں آئے کہہ جائے
دانا وہ ہے جو ان کہی بھی سمجھ جائے
دل سے شکوہ کو دل میں بسائے
کیا بات اچھی بات کہی کہہ جائے

۹۶

دل و دلدار

کیا جانے کوئی کہ کیسا ہے دل

وہ جانیں جو راز آشنا ہیں دل

دلدار سے بیچ کا ہے کیا پیچ

دیرینہ شفیق جا بجا ہیں دل

۹۲

دل کی قیمت

دل اپنا اپنے کے عوض

بیکار ہے جی عشق مرض بھاری ہے

پائے بری جو دل کا آزاری ہے

تا ہے جی کو جو دل اپنی پیارا

جو دل کے ساتھ جو بی کا اٹھا

عاشق کی روش ان کی بیماری ہے

دل کے ٹکڑے
چونتیس رباعیاں ہیں از روئے شمار
مصرعے بھی حسب حال کی ہیں چار
خامے کی زبان تنگ ہے ہیں دو ٹکڑے
دل کے ٹکڑوں کا گنا لکھنا دشوار
۱۰۰

دنیا

دام و دانہ

دانا کی نظر میں ہے کہ اک ارتقا ہے یہ
نادان کی نگاہ میں ہے ابتلا ہے یہ
ہستی ہے ایک مرغ گرفتار ہیں
دانہ ابھی دام کا ہے سرمایہ

۱۰۱

خواب زیبا

پردہ غفلت کا سے نقاب اٹھا دیا

یہ دو صورت کس نے حجاب اٹھا دیا

آنکھیں جب ہوئیں بند کھل طلسم جاگا

دیکھا جی جو دیکھا خواب اٹھا دیا

۱۰۳

بے نیازِ دنیا

ناداں کو ہو عطا کس بے نیازِ دنیا

دانا ہیں پردہ دارِ رازِ دنیا

کرتی ہے نخوہ ناز و نیاز ان پر

دنیا ہیں ہے جو بے نیازِ دنیا

۱۰۸

ناصر زیدی

سبب ہے سب کا جو انتظام ہر شے کا

نہیں ہے شمع سے انتظام ہر شے کا

فانی ہر ایک شے ہے عشق و محبت کے سوا

دو حرف ہیں پیش بس نام ہر شے کا

خاک شد ہیں الفاظ ہیں

۱۱۰

ساری دنیا

ہم کیا ہیں اور کیا ہماری دنیا
شاہوں کو بھی [?] نہ اختیاری [?] دنیا
وہ بھی گئے [?] خالی ہاتھ دنیا سے شفیق
جن [?] کے قبضے میں آئی ساری دنیا

خالق دنیا

شمس سے ہیرے نفع پائی دنیا
مہر و قمر سے پائی دنیا
ستی کی قدر سے آب سے
پیاسا چشمہ سے حیواں
خالق ہی سے دو گر نظام دنیا

١١٣

علامی دنیا

دنیا داروں کی سمجھی جانی دنیا
ہیں کام کی نادانی دنیا
چڑھتی ہی اتریں ہیں شفق
دنیا کے غلام بن
ہیں جن کی خود غلامی دنیا

۱۱۲

فانیٔ دنیا

اک نقش بر آب ہے یہ فانی دنیا
بس حباب ہے یہ فانی دنیا
ہے قطرۂ بس جھپکی شفق
پل بھر کا خواب ہے یہ فانی دنیا

۱۱۵

بیوفائی دنیا

دیکھی نہ بیار شناسائی دنیا

رخصت ہوئی کرکے بیوفائی دنیا

بندہ دنیا ہے بس کہ تجھ سے شفیق

بیں آں کہ ملال نشانہ آشنائی دنیا

۱۱۶

ہستی

رباعیات ہستی کا پیدائی

دیکھ پیچ سبق ہیں ہمہ ادوار ہستی

ہیں پائے نظر و واقفان ہستی

ارکان عناصر سے ظہور ہے بھی شفق

موزوں کس کا ہے جناب اعیان ہستی

۱۱۲

خدا کی ہستی
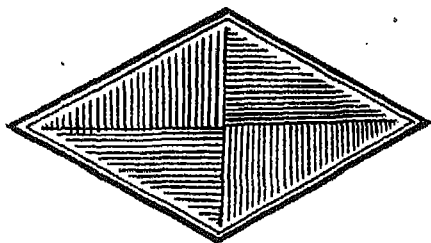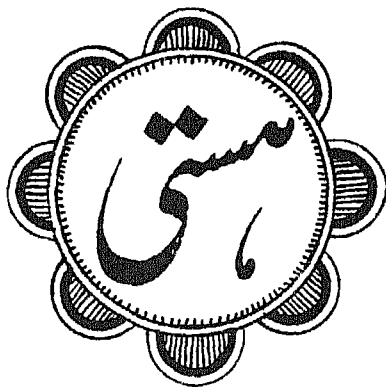
فانی ہے وجود ماسوا کی ہستی
باقی ہے ذات کبریا کی ہستی
سب ہستیاں ہیں مٹنے والی
رہ جائیگی بس ایک خدا کی ہستی

۱۱۸

مطلع ثانی

ما نبوت کے شمع و اسرار الٰہی کی ہستی

سب ابتدا سے شمع وہ انبیا کی ہستی

کس باب میں ہے خاک آرے تب ہستی

بندہ ولی کے جناب مصطفیٰ کی ہستی

۱۱۹

بستی دوستی

ہستی کی صدا ہے کہ فنا ہستی

ہر نشتر کا ہے اثبات ہستی

شفق

اب سمجھا ہے تقاضا ہستی

ترا بستی ہے صبا ابرا

رباعی

انسان ذرہ ہے اور صحرا ہستی
ذرے کی تشفی کیا پیا مستی
صحرا میں جو آکے ہو گیا وجود
پھر کس کا بساط کیا عیاں ہستی
ہے عجب تشبیہ حباب و دریا

۱۲۱

آفتابِ ہستی

نیرنگِ نظر طلسمِ ہستی
سر پیکرِ حبابِ ہستی
پیدا ہے مگر نہیں ہے سایہ
دنیا کی ہر اک صورت ہستی
آیا ہے فنا سے آفتاب

١٣٢

خواجہ آتش

زاہد جانے گا آنکھوں سے حجاب مستی

کھلے کیا جب بند نقاب مستی

سے آزاد

کھول آنکھیں ذرا اٹھنے سے شراب مستی

تحریر غلام

۱۳۰۳

کراچی

پھول کے شوق کتابتی مستی

دل کے آنچ آکے شوق کتابتی مستی

پڑی عجب صاف اے اور حق نا

اے لگے ہزار اور کتابتی مستی

١٣٢

کائنات ہستی

ہمشکل حباب ہے حیات ہستی
اشکال سراب ہے ثبات ہستی
دنیا دریا ہے آدمی ہے قطرہ
کے تا بقطرہ ہے کائنات ہستی

۱۲۵

مقرون از مستی

ہو گلاب سے گلستاں ہستی

کہ گلے کی جبیں پہ تابستی

کھلا دل سے کب

کہاں شغف کی بین

پیاس نہ بجھے شعرِ حیات ہستی

١٢٦

تاریخ بستی

بہ شاہ کسے سکہ لنگرانہ بستی

رقم کرو وصول بہ جانا بستی

بہ آداب حضور

کشتی بہ نوش ملک آداب بستی

سکہ لیا بہ آداب بستی

۱۲۴۱

شاخ بہشتی

سمجھے شک نہ صحن فراخ بہشتی

سمجھے بہشت تو زینہ کاخ بہشتی

سمجھے بہشت نخل وجود

پیغمبری نبی شاخ بہشتی

۱۲۶

نا آوارہ مستی

مجھ الم نصیب عشق طریق آوارہ مستی

عسیاہ مستی

تہ دل تراز مجھ اے لیری اپنی نہ سنی

افسوس مرا دنیا ری اپنی مستی

اے سنگ دو جہ دنیا آوارہ مستی

۱۲ب

بیابانِ ہستی

بیکس ہوا اور ویران بیابانِ ہستی
نقش و نگارِ ہستی
ادا جس میں کہیں پنہاں اچھل
آئینہ اپنی ہستی
جب حسن اول کو دیکھا اپنا

غبارِ ہستی

ہو جائے گا سب پریشاں دیارِ ہستی
مٹ جائے گا نقشِ اعتبارِ ہستی
کر دور فلک سے سوا اور یہ
ہستی تری اے کفن غبارِ ہستی

ساقی

اے شاہدِ بزم پرور نوازش مستی
اے مطرب و شیشوں کے آرائش مستی
اے زیب دہ بزم افشان جو ہو
بیجا ہے شغل رسائی مستی

۱۳۳

نازِ ہستی

بندہ ہو تو تاجو ہے بے نیازِ ہستی

سب ساحل میں ہے پیرایۂ ہستی

کھلتا ہے سجل وہ آنکھ کا شفق

ہے وقت کی قضا کی آنکھ کا شفق

جب وقت قضا بولی تو نازِ ہستی

١٣٦٢

لباس ہستی

غافل نہ ہوئے اے آشنائے مستی
لے آئی قضا ز جنت ساماں ہستی
پہنا گئے احباب سر نفس کا خلعت
اتنا کہ گذشتن کو لباس ہستی

۱۳۵

خانہ بربادی ہستی

اے مستِ غرورِ خود فروشی ہستی

ہستی کا یہ پیچ و تاب پیش ہستی

مستی کا چمن سے ہے عدم

دیکھیں کہ ہے کیا نتیجہ ہستی

شباب علی اے خانہ برباد ہستی

١٣٤٦

رباعی

سب داؤں کا کھیل ابتدائے ہستی
دھوکے کی سب چال انتہائے ہستی
پیدا ہے ترے کن سے شش جہات
اے شیخ تجھی سے ہے بقائے ہستی

۱۳۴۲

شمع ہستی

کہتی ہیں زبان شمع ہستی
سب کچھ ہے بیان شمع ہستی
رونق ہے شبستان وجود
اے مشعل تابان شمع ہستی
قائم ہے تجھی سے جان شمع ہستی

۱۳۲۸

علامتِ ہستی

اثرِ کا لباس اختلافِ ہستی

بہ کا حجاب اسم ظلافِ ہستی

ہے کا لب بچہ ہوئے نقشِ بیش

خاک وردی کا لب عالمِ ہستی

حسینی ابوب

بجرا

خیالِ ہستی

بیکار رہا دل کو بہلا کر ہستی
سو بار بیٹھی ہیں بیانِ ہستی
سوچا نہ بیٹھے گی عقدہ کھلا
آنکھیں جو کھلیں بیٹھ گئی ہستی
تھا صبح کا ابر تو نہ جانا ہستی

۱۸۱

شاہ نصیر

اے صبح کی منزل سے مقامِ ہستی
شب ہو جب سے ساقی کا قیامِ ہستی
جب تک کہ ہے دوران نہیں سکتا
ہے صبحِ عدم حاصلِ شامِ ہستی

١٢٢

مکانِ ہستی کا ذوقِ تعمیر
مانند حباب ہے گماں ہی مستی
اک نقش بر آب ہے نشاں ہی مستی
دیواریں کھڑی ہیں جیسی پانی پہ شفق
وہ خانہ خراب ہے مکاں ہی مستی
١٢٨٥

داستانِ ہستی

اے مایۂ نازِ جسم و جانِ ہستی

اے نقشۂ بیانِ ہستی

سن اے قصۂ ناتمامِ ہستی

بے دل کی ختم داستانِ ہستی

ہجری ۱۲۹۴

ترکیب عناصر سے بنا ہے ہستی
بے قاعدگی سے فنا ہے ہستی
یہ پیچ ہیں سرگوشی
عیش کی عمارتیں بنواتی ہیں
سرنسبت پیچھا سے بنا ہے ہستی

بنا ہے ہستی

١٢٤

ایضاً

ہستی ہے ایک جہاں کی مستی

ہستی ہے ایک جہاں کی ہستی

ہستی ہے کوئی ہستی میں

ہستی کا نہیں ہے کوئی ہستی

دنیا میں نہیں ہے کچھ

۱۲۷

بارانِ مستی

سب سے شوخی کی کمانِ مستی

ان آنکھوں کی مستی

شوخی زینتِ سب

سحر جو ... مستی

آرزو ... پیدائی مستی

کا

بارونق

اس کی ایک ایک ادا پچکاری مستی

جس کی نوجوانی جوبن ساری مستی

کیا سمجھینگے ہم ظلم آرائی مستی کی آتش عشق

چشم ترائی سے بہاری مستی

١٥

جوانی

حسن و جوانی

کس کیلئے حسن ہے جوانی آپ کی
زینت حسن ہے جوانی آپ کی
خال و خط سے نمایاں ہے شباب
لازمی ہے حسن ہے جوانی آپ کی

شفیب

۱۵۱

خوابِ جوانی

سمجھی نہ کبھی شفیق کہانی میری

آ سکون چھپی جوانی میری

سنتا تھا شب قرار ایک جہاں

یہ قصہ سنا کہ خواب تھی جوانی میری

۱۵۲

تصویرِ جوانی

نقشہ ہے قضا کا زندگانی میری
شعلہ ہے فنا کا نوجوانی میری
تاکہ ہے شیشہ
آئینۂ پیری میں نہالاں
بن گئی عکسِ تصویرِ جوانی میری

دنیا جوانی

ہم اور اُن کا جوانی سے ہے

ہے وصلِ نیائے جوانی سے ہے

شفیق

ہے عالم سے ہے

پیری کی دنیا جوانی سے ہے

ابالی سن

گریہ وزاری

ہر شغل ہے زندگانی کے لیے
ہے شغل قبول عمر فانی کے لیے
بچپن میں جوانی کے لیے روتے تھے
اب روتے ہیں پیری میں جوانی کے لیے

۱۵۷

دولت جوانی

میسر ہے شباب عشق شادمانی مل جائے

ممکن ہے شباب طاوس کا ارزانی مل جائے

یا رب شباب گریہ کی بشکل شفق

دھونا ہے کہ الکوئی جوانی مل جائے

کھوئی ہے سونے والے جوانی مل جائے

۱۵۸

درخواستِ جوانی

ساقی مئے عیش و شادمانی دے
شراب ارغوانی دے
کر جام سے مست پیالیاں کوں
پیری میں سوال کے دے
صد شکر دستِ کو جوانی دے

روداد جوانی کس سے کہوں
افسانۂ لطف زندگانی کس سے کہوں
یا قصۂ عیش و کامرانی کس سے کہوں
شفیق
ہیں بیتی شکل تنگ پیری یہی
اب منتہی کہ روداد جوانی کس سے کہوں

۱۶۰

صبح کے پھول

شمع سحری کی طرح ٹوٹے مرے دامن سے

پیچی کی لڑیاں عیاں شفق میں سے

مہتابیں نئی کھلی کھلی سے پھول

سمٹیں نیند دریچے سے چمن

۱۹۶۱

مرجھائے ہوئے پھول

بلبل کو چمن کی آرزو باقی ہے

گلچیں کو بھی گل کی جستجو باقی ہے

پیری میں بھی دل کے داغ ہیں تر و تازہ

مرجھائے ہوئے پھول میں بو باقی ہے

۱۶۲

خزاں و بہار

ہوتی جو خزاں سے عمرِ فانی کی بہار
رخصت ہوئی باغِ زندگانی کی بہار
پہنچی عجب ہے تیز قدم اسپِ پیری
آتی نہیں پھر کے جوانی کی بہار

۱۸۳

ارمان جوانی کا نکلنے نہ دیا

تقدیر کی آندھی نے بڑھنے نہ دیا

نخلِ تمنا کی طرح

بچپن ہی سے پھولنے پھلنے نہ دیا

دن اور دن

عمر کے ہو گئے جو مسن پر شباب

دن گھٹے بیتیں برس سن پر شباب

پیری آتی ہے اور جاتا ہے شباب

قطعی گھٹتی ہے اٹھان پر شباب

پیری کا سحر

ہر نقشۂ انقلاب دیکھا ہے میں نے
طفلی میں بھی شباب دیکھا ہے میں نے
پیری کی سحر نزدیکی ترتیب شفق
ہیچ دیکھا وہ خواب دیکھا ہے میں نے

۱۹۶۱

پیاری کا دوپٹہ

جگت تری آسمانی پیلی طابی لگتی
دن بیکا تو رات سرسر پیلی طابی لگتی
کری کا بیت شب جو ان افسوس
پیچی کا دوپٹہ بھی دھول طابی لگتی

١٦٢

پیاری گھر

کل جائے وقت سحر ٹالتی ٹالتی

ساقی بے رخ صبح ہوئی ٹوٹے ٹوٹے

ای عمر رواں صحبت مری آخر

ایک شب ساقی ٹالتے ٹالتے

١٦٨

کیسی پیاری صبح عید

آنکھوں میں بند ہو کے دلوں میں اتر گئی

بالوں کی جگہ ہے سحر سپیدی کی آبرو

[illegible] کی ادا بس آتی ہے شفق

[illegible] صبح عید [illegible]

۱۸۱

پیاری گھمیر دواں

دے گئے گھمیرے قہر جہاں نی دواں
سنجھ ونجاں نی دواں
پیچھے سکھ زیل لائے مہران
بیری سکھ بنیں نیاں پچھن آئے دواں
پنجابی سنیں

۱۴۲

رفتارِ عمرِ رواں

اے عمرِ رواں کیسی یہ تیزیِ رفتار
طے ہوئی عمر کی راہ کیا ہے دشوار
پیری کو عصا کا ہے سہارا کافی
تن سیدھی ہے اور اسے تو ہموار

۱۴۳

کشتیِ عمرِ رواں

پیری مہماں ہے جوانی کی طرح

ہستی فانی ہے عمرِ فانی کی طرح

کشتیِ عمرِ رواں

[illegible] رواں ہے

بہتے دریا میں پانی کی طرح

۱۶۸

معانقہ پیری

اے عیش و نشاط و کامرانی رخصت

اے راحت و لطف زندگانی رخصت

پیری نے جھکائے سر کو ملنے کو

اے عہد سلام اے جوانی رخصت

پڑی کا جام ایک پیپی آگ میں

رخصت کا سلام ایک پیپی آگ میں

راحت کا پیام ایک حبابِ ابر

[illegible] ایک پیپی آگ میں

چھلکا ہوا جام

۱۶۷

پیری و نوجوانی

سکہ نہ عروج دہر فانی کا چلا
دعویٰ نہ غرور زندگانی کا چلا
سب لد گیا ٹھاٹھ بھی شفیق
پیری سے نہ زور نوجوانی کا چلا

۱۷۹

خزاں میں بہار

گلستاں یوں کہ سخن تازہ ہے
ہر شاخ سے گلشن تازہ ہے
دنیا کو پت پت شفق
کھلتی ہے خزاں میں بھی وہ شفق
یہی چمن جوانی کا چمن تازہ ہے

۱۸۰

زنداں شکن جواب

آنکھوں میں بیاہ کی نیلگوں شفق سراپا جواب

سینے میں خمار نشۂ عہد شباب

۱۸۲

بارِ اعمال

اعمال کو ساتھ لے کے جانا ہی پڑا
سر پر بارِ گراں اٹھانا ہی پڑا
بے شیخ و جواں سب ان کو بھی شفیق
پیری کے قدم پہ سر جھکانا ہی پڑا

۱۸۹

پیری کی چال

پیری کو چلن اب اپنا ہی پڑا
سب کھا کھا کے سنبھلنا ہی پڑا
پہنچے ہوئے ہو جاتے ہیں شفیق
ٹھہر ٹھہر کے چلنا ہی پڑا

۱۸۲

فہمیدہ

پیری میں جوانی کا جو خمیازہ ہے
کل عمر کی غفلت کا خمیازہ ہے

کہتا ہے فہمیدہ جب کر پائے
پچھتاوے کا دروازہ ہے

عشرت و عصا
ساماں اسیری کے فقیری کے لئے
کشتہ ادا مرہیں پیری کے لئے
عشرت ہی کو ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں ہم
ضد ہے عصا ہی کو دستگیری کے لئے
۱۹۰

خطاب پیری
سب کہتے ہیں دشمنِ شباب اے پیری
میں دوں تجھے کون سا خطاب اے پیری
کیوں تو نے دیا میری جوانی کو جواب
دیگی تجھے زندگی جواب اے پیری
١٩١

نجاتِ پیری

کیا نظم کروں میں واقعاتِ پیری
دو مصرعوں میں ہے سنئے وارداتِ پیری
پیری سے سوا ابھی جوانی کا عذاب
اب موت ہی آ کے دے نجاتِ پیری

١٩٢

جناب نیری

ہو جا بالکا بے صبرا ایسا پیاری

کر جا بالک سنتن دوارے پیاری

ہستی سے پار اترے نر ناد

ساحل سے تر بیٹے جگ جا پیاری

۱۹۵ء

بساطِ پیری

کھا جائے گا مات اختلاطِ پیری
الٹے گا اب بساطِ پیری
بازی ہارے لاکھ عمرِ دوراں
شطرنج کی چالیں چل پیری
آخر کی چال چلی بساطِ پیری

۱۹۶

اُبھری اُبھری ہے حسرت میری

کھلنے لگی قد پہ لال میری

طرح شفق

کہ اپنے ہیں پھر سرسبز

سبز ہیں جوانی کا خواب میری

۱۹[illegible]

وبال پیری

سن منظر شباب کے قوی حال پیری
ہر عضو ہوا نہ زوال پیری
عضو عضو ہوا کی آتش تاں ال
واشتوں پیچ پیتی سب وبال پیری
بادب کچھ تھا

عصائے پیری

دیتی ہیں بسا طراب شتاب پیری

بیتی ہیں وہ دوریں آشنا پیری

ضعیف اعضا

عشرت سے پیری

تکیہ ہے کا عصا پیری

فنا و بقا

ابتدا و انتہا
سب صبح ازل کی ابتدا کو سمجھا
سب شام ابد کی انتہا کو سمجھا
جتنی صدقی سمجھ کی اس سے آگے
بندے نے شفیق کہاں خدا کو سمجھا
٢٠٢

حقیقت اشیا

صحرا کے مقابلے میں ذرہ ناچیز
دریا کے سامنے ہے قطرہ ناچیز
کیا پائیں اشیا کی حقیقت سب
دنیا لاشے ہے اور بندہ ناچیز

۲۰۳

ذرہ و قطرہ

ذرے کی جو وسعت بنے صحرا ہو جائے
قطرے کا جو دریا ہے تو دریا ہو جائے
پیدا ہو تناسب جو مزاجِ عشق تھا
بندہ جو خدا کا شفیق پیدا ہو جائے

۲۰۲

وجود لا ادری

دریا میں حباب لب دریا ہیں ہم
صحرا میں غبار سر صحرا ہیں ہم
دنیا میں تماشے نے خوب اچھا
معلوم نہیں سر حقیقت میں شوق کیا ہیں

۲۰۵

چوبیں الفیں

کیا جانا کتھے ہوسی کاروان ماہیا
آکے پیں کہاں و سن کہاں ماہیا
آئے اوا آدمی عدم
ازل بھی عدم
آگے بے نشان ماہیا
بچا ہم

غزل عاجز
بلبل کی طرح ہم پریشاں سے ہیں
بے گل تر چمن گلستاں سے ہیں
بس آتش عشق مرے تن میں
ہم کس لئے آزاد جیسے شمع کا دوداں سے ہیں
۲۰۲

باقی فانی

قطرہ جو سمجھ الگ ہے تو ہے نادانی
پانی کا ببلا ہے آخر پانی
پایا ہے جز کل میں عالم یہ شقیق
باقی ہے ایک ایک اور باقی فانی

باقی باقی نہ فانی فانی

بچپن طفلی و پیری و جوانی فانی

ہستی و عمرِ زندگانی فانی

روشن ہے فنا کا اسلوب ہے شفیق

باقی باقی ہے اور فانی فانی

۲۱۰

پیشانی

دنیا ہے بے ثبات ہستی فانی

سامان علم آ کے ہم و سامانی

اسباب سر اٹھانے والے

عبدال تری ہے پیشانی

۳۱۱

وطن

گھر چھوڑ کے ہم دارِ فنا میں آئے
ہستیِ دو روزہ کی ہوا میں آئے
شفیق عجب بستی ہے باہر ہیں
احباب سے مہمان سرا میں آئے

۲۱۲

آواز جرس

دل کی محبت کیساں قضا دیتی ہے

ہنگامہ نقاب ہے بنا دیتی ہے

یہ سانس کی آواز جرس دیتی ہے

جو دور سے منزل کا پتا دیتی ہے

نشاں بے نشاں

ہے تیری بہار گر خزاں ہو جانا
پیری کا پیام ہے جواں ہو جانا
او نام و نشاں پہ مرنے والے ہشیار
ہے تیرا نشان بے نشاں ہو جانا

۳۱۲

کا طالع روح

کسی تدبیر نہ جب یوس سے چھوٹے

پیشتر نفس سے چھوٹے

اپنی ہی آزاد کا طالع روح

ترکیب مرا کچھ سے چھوٹے

نسیم جب تیلیاں قفس سے ٹوٹیں

کہیں

سن بیچ بیسار سے نکل جاتے ہیں
شیشی کی طرح جسمِ مہوی سے نکل جاتے ہیں
آتی ہے سبک آواز سے آوازِ شفق
اس سانچے میں آنچ سے ڈھل جاتے ہیں

۲۱۴

منزل خوشیاں والے

آلودہ عیش قصور والیاں والے

آسودہ خواب ان زمیں بالاں والے

فاش کہی ہیں یار پیش سکھالے ہوئے

کہنا سچ ہیں منزل خوشیاں والے

٢١٨

گردِ بیابانِ کاسماں

غربت کا وہ سماں سا وہ تربت کا سا مقام

منزل غربت کی یاس میں حسرت کا تھا مقام

یاران عالم سے خواب راحت کی جگہ

کچھ ہے یاد وفا تلک کی راحت کا تھا مقام

حاصل کسب آرزو ہوتے ہیں

افسردہ نفس ہے آبرو ہوتے ہیں

پردی کو سحر بال بال بچتا ہیں

سرکشی عمر کو بگٹو ہوتے ہیں

شہرت سرا

بے شہرت سرائے غنچہ سوزن کا فشار

سردی یہ پہ آگ کا گھی پگھلا و شرار

سختہ پیکر دوزخ میں جگہ دے سقر

پایہ سقر سمانی کو آگ دے فی النار

۳۲۴

مصیبت سر

پھر آئی انقلاب دوراں آئی

ہر ایک سر میں پچ پچ مصیبت پہ جانی

سر رنج نکلا کھیتی کیا سے سری دان

ہمی آزادی صاف نہ منتظر یہ دری دیکھیا آں

۲۴۶

اے وطن اوات

سرہانے کا ایک پیسا عجب سی کرکری

خالی نہیں انقلاب سے سرکی آکہی

نیلمی صبح و شام سر کہلا سے شفق

چھپا ہوا دان تعویذی سی رات بی

٣٢٤

شب چو شمشیر زنی بر آفتاب رسد

از شفق رنگ صبح دامن گیر

شب سپهر سر بلند سر کشد

اختر و فلک سر آفتاب رسد

بنگر ... رسد

گرمی کا دوہیہ
گرمی میں دوپہر کا وقت آتا ہے
۲۳۱

گرمی کا وہ جوبن

آتش کی نشانی ہے

گرمی کی وہ دھوپ بن جاتی ہے

وہ سکھ کا قرار نہیں بن جاتی ہے

[illegible]

ٹھنڈی ہوتی نہیں بھڑکتی ہے

[illegible]

پنکھا جب ہوا سے آگ جھلاتی ہے

گرمی کی پیاس

گرمی میں پھانک کیسے حسین انساں پیئے

رہ رہ کے سلگ جائے گرمیِ جب تپ پائے

اس گل سے تپن کا جی پانی پانی کر دیا

چھینٹا سا جو اوس سا پہنچی جائے

۳۴۳

گرمی کا دوزخ

چلتی ہے لو زمیں ہے آفتابِ غبار

تپتی ہے جب زمیں جاتا ہے قرار

سایہ ہے گوشہ گیر ہے شکوہ

بازار ہے کہ رشکِ تنورِ دوزخ ہے

دن کھائیں جا بجا و صحبتِ یاراں

گرمی کا پانی

گلستاں جل اٹھیں

گرمی ایسی ہے آشیاں جل اٹھیں

ہے آگ چمن میں پتی پتی شفق

ہے سرخ کی طرح آتشیں

پانی بھی چھپ کے بگولاں جل اٹھیں

ایسا ہے کہ چھپولا

۳۲

سرِ عنوان

کرے زمیں آسماں پیدا ہے

پیشتر کو شفق کا پیدا ہے

رہا ہی نفس کا اب

سوں کی تحریر کو ہا پیدا ہے

پائی ہیں سنہ ۱۲۴۳

ہوا کا جھونکا

جب بادل سے سرک آفتاب آتا ہے

سایہ کبھی دھوپ کبھی حجاب آتا ہے

بیکل سے ہوا کا جھونکا

بادل سے گھٹا کے رخ سے نقاب آتا ہے

۱۳۱

حسن کی ٹکیاں

آنکھیں جو مے جیاں شوالی ہیں
سرمے تری سے ابتک خالی ہیں
سرما سے جل اٹھ کہیں نازاں
اس ڈر سے حسن کی ٹکیاں ڈالی ہیں

تکھ کے

٣٢٢

جشن بادی

ہمیشہ جنابان چمن باری ہے

بہ سبیل یاں کی گوداری ہے

تاریخ پیچ پہنچے یعنی ہوتی

برگ گلی شیشہ

باجشن یادگار گلزار ہے

۳۸۸

ابرِ باراں

چھوٹے پیالے ابرِ باراں کیا کیا
ٹپکے ہیں چمن میں ارغواں کیا کیا
دامن میں اپنے سمیٹے
بادل نے اٹھائے ہیں طوفاں کیا کیا

برسات کی فضا

برسات کی ہے فضا سہانی دیکھو
بدلا ہوا رنگ آسمانی دیکھو
ہر قطرۂ آب دُرِ غلطاں کا جواب
ہر شے کا ہے لباس دھانی دیکھو

۲۷۶

زمانہ کا عرس

چھپایا جن سے گزشتہ ایام ایاں

جب سے دکھایا اوبایہ پیش نشین

جب سے کئی سب بات

زمانہ کا عرس سے بے زبان الکنعان

سال مطلع تاریخ

۱۳۲۸

بزبان کھوتامی منظم

ادھر تیسوں کی سیں سکی کارے یاوں
یا پیچ بنگلیاں سیں چھپا ہے یاوں
سکی کفنی کو میں پڑوا رہے سیا
ور ہے جیب انداز کا یاوں

٢٣٩

تماشائے بیابان

جھنبلاسی پی سنگ ستے اسکے کہسار اوس میں آ

کھنکھ کر چھاتی سے آ کے گلزار اوس میں آ

کھوی پی تماشائے بیابان سے

بیکسی کی جستجو میں جان بن دیوان آ

۲۵

ساون بھادوں

برسات کے فیض کا ہے دریا جاری
ہے زیرِ زباں پی پی پپیا جاری
باری سے ہیں پیش ساون بھادوں
دونوں کے ہے ایک ایک پچکاری

۲۵۲

[illegible]

برق سے کھیلا کے آتش فشانی کیا کیا
ابر سے طرار فشانی کیا کیا
شمع روزن کی سے بھی چشم جاری
بیں دامن کوہ سے بھی پانی کیا کیا
پتچھک کے ساتھ میں پانی کیا کیا

آسمان کا چھت

بارش جب بنائے گونگی ڈھانس سے
ٹوٹے بام و در کو پیکانس سے
شفق
سیکھو جیت سے
شعیب فلک سے پچھ
آتی آدمی کی چھت سپاپانس سے

باطنی علاج

دھوتا ہے دل سے زنگ کینہ آوازہ
آئینہ بنا دیتا ہے سینہ آوازہ
بیماری ظاہری کی دوا ہے فاقہ
باطن کا علاج ایک ہے بس یہ آوازہ

سنتے ہو کیسے پہنچا ہمارا آوازہ
صبح پیدا ہو سے کسی
ہم آیات عیاں ہیں
اس طرح کی عادت سے ہمارا آوازہ
ستم کا تماشا ہمارا آوازہ

فاقہ اور روزہ

رکھتے ہیں غریب اپنا ایمان ترو تازہ
ملتی نہیں جنکو روزی روزہ
افطار بھی ویسا ہی جیسی سحری
شب بھر فاقہ اور دن بھر روزہ

ناقدرِ دانا قدر

رونے سے بھی کبھی باز رہی طبیعت تیری

صورتِ بلبل نہ بلبل سی رہی سیرت تیری

واقف حسن جب باغ ہوا

شوق آرزو سے موقع کی صحبت تیری

٢٥٩

سبیہ عبادات

بیکار لپیٹیں نہیں سکی یا ضیتری

سبحہ آپ شقشیتری

کام آئی نہ آئی ادا کی ہوا

آورد نقاشی ادا کی نیتری

عاقبت اسو لی سبیہ عبارتیری

٢٦٠

زینت رفتہ

روز ازل سے بنی ہو قضا تیرے لیے
بے غم ہی موت سے بلا تیرے لیے
بدن میں خار شکر ادا کرنا تھا
سبق سکھاتی صبحی قضا تیرے لیے

١٣٦١

سعادت روزنہ

سرنگاں بن طبیب آیا ہے

ازاں تھانے نقیہ

سندوریہ کو دواں مرض

آن کھاپی بی آے

پنکھ دیواں آکھا یا

بسا قرین دیکھا یا

جب آپ بسا آیا

۳۶۳

بحر رونده

چھوٹا نہیں لذتِ عیب کی کھانا پینا

طیار ہو دن کو دو دو جام مر جینا

اے تارک لذات حیات ابدی

مرنا ہو تو اختیار آزردہ جینا

۳۶۳

روزہ دار

ماہ رمضاں ہے کیا سحر تا انوار

دن رات ہے رحمت خدا جس پہ شفیق

وہ بخشیں روزہ والا پائے

افطار یہاں - وہاں خدا کا دیدار

شعر از طرزنده

روزے کی فقط شب طرح کیا ہی ہے سحر طعام

کیا صوت شہر دوادام

عیش نہیں کیا ہے سیر بندی

تحسیر دل پاکیں

جب تک ہیں زبان میں

ان کا دل ہے کہ سچ ہے ایسا رہے زندہ بنام

۱۲۱۲

پیام بر صبا

پیکر کیوں عیسیٰ

بالا قبا پیکر فیض کی عیسیٰ کی

شفیقی اولاد اقبال [illegible]

بیخ دو ذی القعدہ السلام

شفقت سلطان صاحب [illegible]

۱۳۹۱

روزہ عزا

صومِ عزا ایک عجب بات کا سبق

سرے کے سر غمزۂ ان طبق

دان حبیب سرِ شتی کا پیارہ

کھلے گی ستون تشفق

روزہ نہیں عیب تو اغنی بہیق

۲۶۹

عید بے روزہ

عصیاں کی کالی رات میں بیتابی شفق

سرخی کی وہ کی صفائی افق

روزے سے کہ ہزار آتشِ مہر

ترتیب سے منظر بنی سلامی شفق

بے روزہ کی عید سیکھوں سلامی شفق

۱۳۴۰

نسب ہے مجلسِ سخن اردو پیش ہے
یکسر ہے چراغِ انجمن اردو پیش ہے
...نشانِ اسلام
عالم ہیں عالم سے
بیچ ہے نامِ نخستین اردو پیش ہے

۳۲۱

چمن غزل

اے صبح بہاراں کی وہ کھلائے ہیں پھول

اے چمن میں سمٹ کر مرجھائے ہیں پھول

اے چمن کی سمٹی ہوئی شفق

بس اس چمن آگرہ

کا تجھی حسن چمن ہیں بچھائے ہیں پھول

مجلس غزل

جب بزم شیشہ کے بالا نشیں آئے

جب بیت حسن نظارہ نشیں آئے

وہ ساتھ شفق اور بہ عزم ناز

شکوں کی تھی مجلس غزل نشیں آئے

سکھوں سے

۲۴۵

آنسوؤں کے موتی

رونا نہیں وہ عمل کہ جائے بیکار
آنسو ہیں موتیوں سے بڑھ کر شہوار
جھوٹے موتی بھی کم نہیں بیش بہا
سچے موتی کہاں سے لائیں نادار

۳۲۹

مژده صحبت

سر کوی بیا نسیم

باغ عنبر بیز ... نسیم

دامن لعل و ... سلسبیل

مژده شکر ... نسیم

بشارت

۴۲۸

ہدایت

مطلب نہیں کچھ کسی سے ملنا چاہیے

بس پیش نظر نگاہ رکھنی چاہیے

یا چشم حقیقت شفیق

بس دیکھ کے ان کا نشانہ چاہیے

۳۰۹

نشۂ جاہ و مال نام سب

کیا فانی مست عشرت ہے مے سب

تا عمر نہ یاد گار کبھی ہم میں شفیق

جو بانداز سے ان کی محبت میں سب

سبق از بندہ و جاہ و بیگانہ نام سب

بندۂ جاوید کا نام

شاہ شہیداں حسین مظلوم امام

داراجواں خلد مکاں عرش مقام

سر کی جز و تن ہیں

عمران شہدا و سنگ علی بندۂ جاوید کا نام

کھا ہوا سے

۲۸۱

ہر آفتاب السلام

عاشور کی رات سر کربلا پہ وہ شام

سر صبح تھی قیامت سی پیدا

جب شام سر آئی شفق

دن ڈھلے لہو میں ڈوبا

ہر آفتاب اسلام

یعنی غروب آفتاب اسلام

۳۸۲

ربطِ جذب

پاٹھر کوئی ترے گھر کا جب الانہ رہا
آج سا جوان ترے سیو بن الانہ رہا
ترے سجوان ہیں
ستونا کتھا جب تیج ترے گوہ کا پالا انہ رہا
جب لیکھی وہ

دیوان مصحفی

بستے ہیں جس چمن کا جو ہمسایہ ہے

سنتے ہیں قفس اپنا کیا پایا ہے

سر پیش ہیں ایں ہی اپنا ستاسی

کہ چشمک اس آستر آوارہ ہے

مصحفی ٣٨٦

عزادار حسین

غم اکبر میں جہاں بیں ہیں غنچۂ عزادار حسین

دریا بہاتے ہیں اشکوں کے عزادار حسین

رہے پہنے ہوئے پوشاک سیاہ

حشر میں سب ہیں عزادار حسین

پیرہن چاک کئے سر کھولے

[illegible]

یاروں نے بھی آنسو نہ بہائے ہوں جو بیتاب

دامان فلک سے مہ خوں گر و یاب

شفق کا چھپا لیتا ہے شام

سر شام سے سال ہو دنیا

عاشور کرا

۲۸۸

تاریخ غزلیہ

بتوفیقِ حق گوئے سخن کا نیا ہی بنا

بجیبِ طلب کا گر نیا ہی بنا

بپیش آرا سخن

سالِ غزلیہ سخن آرا

بتمونہ تاریخ عمر کا نیا ہی بنا

۲۸۹

قومی

بابت

حسب تقدیر ہے زینت کی بنا دادا کی تھی

حسب تقدیر ہے شہرت ترے اقبال کی تھی

گلزار خزاں دیدہ ہیں

سن تقدیر ہے

طاق کی رکھ چھوٹی اول سے کوہی دادا کی تھی

۲۹۱

ردیف حرف ت

وہ کمسن سال اب جو تھا پیاری نے

وہ ہنر و زور و دستِ بازو بھی نے

وہ دور کہاں بزم میں دل ایسے غم

سیاہ تیرہ کیسا دل وہ ظاہر و باطن ہے

خدا کا سہارا

گر دل تمھارا ہو رنج سے پریشاں اے قیصر
گر تن تمھارا ہو بیمار اے قیصر
اقبال تمھارا ہو پستی آج فقط
سمجھو تمھارا ہے ناصر خدا ہی فقط
رکھو خدا کا ہی سہارا اے قیصر

باد آورد حضور

ساماں تپش شوق کے کرتی ہیں نگاہیں

بیتی کی صحبت سے پیدا آرائیاں ہیں

افسوس ادا کی ضبط و ادا ہے

ایجاد طرز آہ جاری ہیں

[illegible]

رشتہ ہے کمر سے اسے اپنا کوئی نہیں

سینہ سے ہے تیرا یہ کیا کوئی نہیں

منزل تیری ہے کا کاری یا حافظ

اب تو ہم ہیں کا عاری کوئی نہیں

اب تو جس نے باقی ہے

۱۲۹۶

ساحل جو دیکھتی ہی نہ ناخدا

باقی ہے قیمتِ رہنما شناس ہے

بازی ہے وقت کی کیا سیاسی ہے

ساحل ہے دور موجوں کے قریب

کشتی کو ضد ہے ناخدا سے

۲۹۸

تعجیل صلوٰۃ سے کیا اپنی یہی مقصود

عشق نے پیچ ہی قرآن کا انجام

دل ان کا ... سے کار

سو کر کے بیٹھ دل گئی رقم

نعمت دو کو صلے اپنی کی یاد

۱۲۹۹

تخیّل خیّام

خیام کا جام
لبریز مے صفا سے خیام کا جام
جاں بخش روح فزا ہے خیام کا جام
دنیائے تخیل کی ہے وسعت جس میں
وہ جام جہاں نما ہے خیام کا جام
۳۰۱

رباعیاتِ خیام

اے حضرتِ شیخ عمرِ خیام

بستانِ جہاں سے کیا کام

ہم پیمانۂ عیش سے

جی شاد ہے ساقی پیمانہ لاؤ

ہے نامہ دیوان کو

۱۳۰۴

کجاوه نیام

بپا سرکنان ایل ز دو بیگانه شام

بنابلسیکان کج چینا باعی دام

بنابیش سطیاب جو موی

سطیح بیب آ حسن نیام

حیاتم سیاه بتر بیشیر

٣٠٥

طرز خیام

وہ شیشۂ عطر باب خاکِ خیام
ہر ہرزہ فروش حقیقت نقالِ خیام
جب بیت بار [illegible] اشارات
مستی ہی محض حکمت بنیں یارانِ خیام
یہی ہے وہ تیزاً اذانِ عالی خیام

۳۰۶

شبِ تاریخ

جہاں میں ہے زبانِ تیر کماں سے دو راہ

بہشت میں ہے سیرِ ترقی کی چاہ

کہا ہاتف نے تاریخ بالہام فوراً

بنائی ہے پیش عالم سے کرنا آہ

۳۰۸

زخشِ خیالم ہے آگے جا مرے پیکاں

خنجر نے جا مرے آئیں اپنا پیدا

جا ہیں کس کے ساتھ کیا بنیں بے خودی

یا مرے راہ کے نشیب نے کہا

نشتر کس کی نوشتوں نے

کہ دنیا میں

عہ ۲۰۶

پیام مستانہ

خیام تھا مست ساغر و پیمانہ

سرمایہ تھا یہ میں کا نغمہ مستانہ

عشقی و روح سے شراب سرشتہ مستانہ

بیتاب ہے دیوانہ

زار حبابیم

ہر دمی تازہ دم از بحر حبابیم

ای گل شفق

چھپائیں ہیں لہٰذا

حیات منظر ... زار حبابیم

۳۱۰

جناب میر ضمیر

دو تیغوں کی کاوش سے ہے سبق

تیغ سرکش کی لالی سے شفق

تکیہ بیابان کا ایسا ہے کہ

شانے نہ یا علی کہکے اُلٹا ورق

۱۳۱۲

بہ سن تخمینی

سال اول کی نزول یلیغ بیتی
ہر ایجمن ساز نغمہ تخمینی
مطلع شفیق
سن تخمینی
سن غنچہ فیض دیوان سید ساز غنی

۳۱۴

ساقی

عرفاں کا لئیسا کہ تنفس سباق

کہ رنج توحید سے بیا سبق

پھر نقوالیا سے آیا

تمام سے ایک نمایا سباق

۳۱۲

سینہ فیض

پلکیں مری دل صورت پیاسی تھی

مرا دیدہ پیاسی تھی

ساغر سے لبے لبے

پچھڑا دو پلکوں کشتی تھی

پیکر کو بنالا کا سنسناتی

سنہ ۱۲

عیش کا پیالہ ایرانی

ہو عیش کا ٹھاٹھ ہے حسینا ساقی
خالی جائے نہ دور مینا ساقی
دنیا سے ترا کام دے جام بھر
پی تیرا کام شغل ہے پینا ساقی

کوہِ سینا اور ساقی

آئینہ مرا ہو جب مے صہبا ساقی
دکھلائے ساغرِ غیب ترا جلوا ساقی

پھر آئینۂ دل ہو جب جلوہ گاہ ایمن
سینہ ہو جواب کوہِ سینا ساقی

۴۲ء

دل کا دریا باقی

پیاسے جو لیے نام ترا ساقی

پی پی کے وہ پیاسا باقی

ریتا نہیں جیسے [illegible] تیر

جو اللہ سے باقی

دانا کی تجیر

سب ساجھا دو مہی کل ڈوریا ساقی

۱۳۲۱ھ

ہم کو غزل و رباعی

دیدے مجھے وہ پیالا الا ساقی
جس کا لب بالا بالا ساقی
سر توبہ پہ جس سے ہو جھکی نگاہ
اس سے کا بہ نہ ہو پیالا الا ساقی
جس کا پیالا نہ والا ساقی

۱۳۴۴

ساقی کوثر ساقی

ہے قابل تعظیم وہ ساغر ساقی

ہے جیسے کہ نسبت ساقی

سکتیں ہے پیش ضعف سے روا

اتنا ہے ہمیں پیاس پہ پیاسا ساقی

حسب ہے ہمیں ساقی کوثر ساقی

٣٢٥

پیپیاں

لاناوہ مجھے طاہر و اطہر سباق

بیانیہ پیچک حوض کی تیباق

بیانِ عوفیناے قرآن و طیث

بیانیہ تیتیہ آئے پیپیاں

۳۴۵

روزہ نماز و ساقی

جب تک نہ رہے توبہ سے باز اے ساقی
یوں بند ہے میخانہ راز اے ساقی
پیتا ہوں شبِ ہجر و دل کی عمر دراز
روزہ بھی قضا ہو نماز اے ساقی

۳۲۶

بجوانانی

پینے والے مجھ جاری ساقی

پیچھے سے وریا کیاری ساقی

[illegible]

[illegible]

شیں ہیں بجانانی ساقی

بتیاں ہیں بجوانانی ساقی

٣٢٣

زلفوں والے ساقی

لوں تیری بلائیں زلفوں والے ساقی
جب سے اٹھے ہیں ابر کالے ساقی
قبلہ ہے شیخ عصیاں پہ ابر
[illegible] رحمت کا سایہ ڈالے ساقی

دیباچہ ساقی

اے دل کو لبھانے والے ساقی
اے آب بقا پلانے والے ساقی
پیمانۂ سلسبیل و جام کوثر
تیری آنکھوں کے پیمانے ساقی

تجاہل ساقی

دیکھ کے پینے تقاضے پیالاں ساقی

دیکھ کے تیرے مہماں ساقی

دو رقیب جانِ جہاں ہیں تیرا

بیالا ساقی

بتاں جتنے ہیں سب مست ساقی

چاہئے بیٹھ کر پیتے

۱۳۰۴

پیرانہ شرابی

چہرہ ہے ازل سے آفتابی ساقی

آنکھیں ہیں شفق کی سی گلابی ساقی

پیرانہ سالی ہے

پینے بنا نہیں

کیا خاک پیے گا یہ شرابی ساقی

عادت عبادت

بتا نہ خوبانِ چمن کی حقیقت ساقی
بھوا دھی مری ایک ہدایت ساقی

صورتیں ہوائی ہے سر جام
ایک ترانا سر جوش ہا سر جام
عادت می کی بجائے عبادت ساقی

٣٤٢

بسنت اور ساقی

ہے سرد ہوائیں اب بھی ساقی
حیات کا کھلا ہے آج کھلا نصیب
سرسوں پھولی ہوئی ہے ساقی
ہے بسنت کی آج بھی ساقی

بادل اور پانی

کوہسار پہ چھایا ہے بادل ساقی
صحرا پہ بچھا ہے فرش مخمل ساقی
سبزے نے چھپایا ہوا ہے جنگل
خورشید پہ نقیب ہیں مقابل ساقی

غزل اور ساقی

پھر چھائی ہیں بدلیاں پیہم بادل ساقی
اب جھک کے چھلکنے ہی کو ہے بوتل ساقی
امروز کا اندیشہ نہ فردا ہی کی فکر
آج کی پی لے جو ہوگا جو کل ساقی

١٣٤٥

ابر بہار چھائی ہوئی اور ساقی

ہے جام حیات جاودانی ساقی

بے جام ہے عمر جاودانی ساقی

پیری میں بھی دی دعائے عمر دراز

یہ بخت جوانی کا ملے آب زندگانی ساقی

شیدا اور ساقی

کہو نہ ہری کی آنکھ نشانی ساقی
بہ جو بچی کی ادا نشانی ساقی
پہ ہو پیچ پیچ کے سر پہ بادل
برسے جو جب پانی پانی ساقی

شیدا

۳۴۶

پلٹا آسمان کا ورق

ہے آخری دورِ عمرِ فانی ساقی
ہے عیش عروسِ جوانی ساقی
سب بھیگ گئے گلستاں کا ورق
ہے شفق سے آسمانی ساقی

پیالہ عوام

جھوم کے اٹھی ہے کالی گھٹا چھائی ساقی

طوفاں میں چھوڑ دی ہے ادائی ساقی

لا کشتی مے کہ پیالہ ڈوبا جاتا ہے

کچھ بیٹھ کے پار لگا دے ساقی

حُسن و عشق

حسن یوسف

بیدوں کو دکھایا اپنا منظر سبز
دکھا دیا حسن کا مصحف سبز
سجدہ کیا آفتاب نے پیش شفق
پستہ کو بنا دیا پیمبر سبز

حسن محبوب جہاں

یوسف کو زنانِ مصر نے جب دیکھا

تھیں ہاتھ میں چھریاں لگیاں پھیرنے جا

ہاتھوں پہ لگیوں سب

لوٹنے دل ان کا عشق نے

کیا حسن محبوب جہاں کا دیکھا

حسن سلیمانی و عیار احمیر شدیم

مجھ سے کہا کسی نے نوازا ار رقیب

نکلی نہیں ہے کوئی طرح اس حسین

دم نکلا بیمار کی آنکھوں سے کوئی چیز

تکلیف سی دیکھ کر قابل بیان نہیں

۳۰ / ۲/۱۲

شانِ حسن

سر دیکھی بار ہا کسی کو ادا ہے حسن

قبلہ نیاز قبلہ نما ہی ہے حسن

صورت نیاز مند کی

سر کو سنا ہے بن کے نیاز مند ہی ہے حسن

نشانِ ناز ہی بلا ہے حسن

۳۸۶

بار عشق

سہل جانا آتشِ جور و دراز و نیاز
یہ حقیقت کا لو ہے آتشِ عشقِ مجاز

ہے ہمیں تیری قیود
اپنی قیامت سے کی ناز بین سے بے مجاز

۱۳۸۴

عاشق اور عشق

بنا دے کو خدایا اسے عاشق

کہ جانا نہیں اور کیا ہے عاشق

نہ جانے کیا سبق پڑھا دے عشق

عشق ہی بنا دیتا ہے عاشق

۳۸۴

شعور عاشق عشق

منشی کی طرح ایجاد الفاظ کرتے ہیں

الفاظ حروف کے معنی زبان نشین

عاشق معشوق عشق اپنے سب ہیں پہیلیاں

کیسے کہ ان ہیں اوق لفظ کے نہیں

۳۲۸

وزن و بیال

عاشق کی کمر اور بینا کا ہے سوال

سنکر کوٹھا بیٹھی تب اب اسکا ہے محال

خود عشق زبان حال سے بول اٹھا

جینا ہے فراق اور مرنا ہے وصال

پیغامِ وصال

بس غمِ ہجر کی کہانی کرن

پیچ جفائے بدگمانی کرن

چپ چاپ جائے آسماں قاصد

تیغ ظلم جائے اور اکسی کرن

سن پیغامِ وصال کی زبانی کرن

۳۵۰

بنا ورد ہم تم سے کیسے کہیں

پیارے دو کو سنگدل کیسے کہیں

سخن کی جو بات ہو وہ کیسے کہیں

طلب عوض پیاری کی تمنا اول ہے

سایہ تیرے سے کہیں بات کچھ کیسے کہیں

۳۵۱

جفا و وفا

ستم آشنا ہوں جفا میری وفا آشنا ہے

آشنا ہوں ادا یہ میں قضا آشنا ہے

دل دے کے بنا ہوں ان میں صنم کا بندہ

یہ بات نہیں جھوٹ خدا آشنا ہے

۳۵۲

مکالمے

مبتلائے گل

بلبل نے کہا گل سے پیچ نکا ہمسر ہے

کیا باد صبا لائی سے کہ ہو تازہ جہ بیش

گل نے کہا نادان نے جو ازخود

کھچی کہ کیا وطرح صبا بوکار

۳۵۹

جگنو اور سورج

دریا و حباب
دریا سے حباب نے کہا یہ رو کر
٣٦٢

دل اور چشم بینا

دل سے سخن آگہی چشم بینا
سینہ
بینائی شوق کیا پوچھو سب
دل سے نگاہ دیکھتا ہے
اس کے دل والے کا ہیں عکس آئینہ

۱۳۶۵ھ

ترکھیا اور دل

اکھیں سیتی اپنی سیکوں ویکھیں اکھیاں نال
دل اٹکا ای جانا سینوں لے جان
بجھی ای سمل سے بجھنا اس کا
بجھی ای اس کا دکھنا اداسیان

۳۴۶

واعظ و شاعر

واعظ نے کہا ایک شاعر سے کہ سن

قرآن میں تیری ہجو ہے اے شعرا

شاعر نے کہا صاف یہ الزام ہے غافل

شاعر کی نہیں شعر کی ہے ہجو جناب

حسان کی شاعری

شاعر غزل اور ساتھ واعظ بھی

پیش کی اپنے پیرایہ بی

یوں ہے مکی پیش ہے

سنہ ہے گیارہ اور بیس کا

سال ان کی وفات ہوں سالہا

۳۴۸

گداگری و دکانداری

شعر

واعظ نے کہا آگیا ابیہ

نہیں بابا یہ ہے صدا

دیوان کو ہاتھ میں لئے

شاعر نے کہا اک بیت ان لے

دکان کھولے کب آ ہوا

شنبہ

۳۶۹

بالا وزند

ہائے کمہار آرزے سے او وفانہ خراب

پینا کیا پیاسہ تھم سے اے لب ساغر شراب

سخن نگار نہ بیٹھیں سے کہ ارشاد الہٰ

دیدوں کو یہیں یہ کا حوض نہ پیچ جواب

۳۰ / ۳

یا رب طبیب

یا رب سے مانگنا کل آپ کا طبیب

ہم کو قرب مصطفیٰ ہو نصیب

حج قران کا سب کرا اے حبیب

یا رب کی عرض کر ایسا ہو نصیب

یا الٰہی ایسا ہی ایسا ہو نصیب

۳۲۴

شیطان وانگا

کریں ایہہ دن پیچھا

شیطان دی سکھیں تے پیچھا

بیکار ادب کرتا ہے اندھا

سر لگا ب کا مرہ پیارا اندیا

علیاں دنیا

بھیا میری کی صحبت

۴۲۲

سرخی ہے زبان کشیدہ اے دل

کرتا ہے دل خموش سیوں سے غافل

کرتا ہے کہ نادانوں

سنتا ہوں اور پیشانی

شمشیر

۱۲۸۵

دیکھو تتمہ طبع نام محمد فاضل

نادان ہے سمجھتا الووں کی ہیئت فضل
ناقص ہے جو کوئی نقص کو عین ہیں کامل
ایسے سو الاسیوں کو سمجھنا ہے فضول
دیکھو تتمہ طبع نام محمد فاضل

١٢٧٤

تن تیغ چلایا ستمگر ان جیہا خیال

شیوا ہے آسمان کی ہمکین کی جمال

ستم شوق اوہ وعدہ وصال

ملنے کا اوہر سپاہیاں

اوہر اوہر چھپال

ہمن ابنی اوہر

تن تیغ چلایا ستمگر وفا نے چھپایا

٢٢٣

جاتا نہیں دل سے اس وحشی کا ارمان

کیسے کیسے ان کا اور کیسا شوق ان کا استھان

اب بے توفیق

اس کے کچھ بیچ ترا احسان

شبہا ان

زبان ان زبان ... ترا احسان

اونچی ہے دکان اور پھیکا پکوان

بازار جہاں میں ہیں رنگیں ہر آن

ہیں لذت نفس کے ہزاروں ساماں

پیش طالب زینت ہیں دکان

اونچی ہے دکان اور پھیکا پکوان

اتنی سی بات او رکہہ جو سکی زبان

پروانہ پیش شمع سے پیچارہ جب قربان

پیش شمع آ بیٹھی بنفشہ میں جان

بلبل باغ میں سے پیا آتی آواز

پروانے کی خاک سے کس زبان

اتنی سی بات ادا کر نہ سکی زبان

سنہ ٣٨٠

لاحول ولا قوۃ الا باللہ

رحم ہے عجب خضر کو جوانی کی چاہ

ریش خضاب کی کالی ہوئی سیاہ

مونچھ سیہ کاری و پیری آئی

آخر لاحول ولا قوۃ الا باللہ

پڑ گیا جب بھی جلاپانیس کا حال

مغرب کی ہے تقلید کا پھیلا ہوا جال

ہیں مشرق کا وہ جھپنا بھی محال

اس حال میں سے گزرا

کاٹے کو صاحب بدل سے کیا حال

آ سکا جلاپانیس کا حال

اتنا ہوا

۱۳۸۳

پیدا ہے سلطان ابو

جب تک سلطنت بیچ ظفر نامہ محمود

سر داری کا سودا ہے سو

پھر سب یا بیچ شفیق

تا کہ نہیں بیچ کے تیرے کہیں عیب

سلطان ابو

سب پتہ دیتی کی اس کچیر

ایمان کی فضا کیوں اڑ گئے

مفتی صاحب جو قوم پر آگئے

تشنیع سے نہ چھوٹے شفیق

حاجی صاحب بھی قلعے

ایمان کی فضا کیوں اڑ گئے

۱۲۸۵

کہاں کے شغل ہوئے سر پھوڑ آئے

سنے آئے پھر

شہدان سے مکان کوہی

تھا پاس کہ دیپک کو پیش چمن

تھا یاس کن پیچھے سے آ

ابر بیچ پیس بغل

تیری یاد کا بس

۳۸۶

شاعر کا وبیکل

دل میں جو باتیں ہیں سب زباں پہ بیاں ہوں

کہ نہیں سکتے طاقت [illegible] زیست باقی

شب کو ہی جاگا کرو بیکل جیئے

شام تک ہیں زندگانی [illegible]

نتیجۂ فکر عاجز

دل میں سوچیں سے بھاری کی رفتار
پیچ میں ہیں اس کا نیشہ مار
لے جال سے اعیان
سال شمسی جو لال جمال ہیں ثنا
ہجر میں نہیں زمان پیشہ

۱۳۹۱

آپ بیتی

زندہ دل مردہ

وہ شمع ہوں اِک شام سے جو ہو افسردہ
وہ پھول ہوں اِن صبح سے جو ہو پژمردہ
ہاں ایسی زندگی پہ بیکس ایسا
زندہ ہوں یہیں شفق تو دل ہے مردہ

۲۹۳

بے نقش

انشا ہیں مصحفی نہ مرزا ہیں نہ نسیم

مومن ہیں نہ ذوق ہیں نہ اب داغ ہیں

[illegible] کے جانے والوں میں شفیق

[illegible] ہیں دو پیارے قصے

۳۹۵

وہ بزمِ سخن نہ وہ سخنور باقی
وہ جوہری فن نہ اہل جوہر باقی
شعر ہیں دو چار اور دس بیس ہیں
شمع جہاں وہاں ایک کہیں باقی

دلی اور شفیق

دیا وجنابِ داغ سا کامل سے ملا

بچھڑے ادیب و فن کامل سے ملا

ملتے نہیں وہ کس سے جانے والے اب

دل میں شفیق ہے جو وہ اول سے ملا

۳۹۲

گر نہیں کی صدا

احباب نے کی ہے قدردانی میری
مضمون سے گرم ہے خوش بیانی میری
تشبیہ میں ہے شیریں شفیقی
ترکیب میں صاف ہے نغمہ خوانی میری

قطعات تاریخ طبع

جناب محمد نفیس بنگلوری تلمیذ حضرت جلیل بالقابہ

کوئی دیکھے رنگ کلام شفق — کہ ہر شعر جام مے ناب ہے

لکھو سال تاریخ ہجری نفیس — رباعی ہر اک لعل شبتاب ہے

۱۳۵۹ھ

جناب حافظ عبدالرحمن صاحب بسمل مالک شمسی پریس گیا

چھپ گیا گلدستہ باغ شفق

اہل فن ہیں دیکھ کر جس کو نہال

لکھ دو بسمل تم بھی اس کا سال طبع

بارک اللہ ہر رباعی بے مثال

سنہ ۱۳۲۰ھ

جناب محمد نقی جان صاحب قمر گیاوی

معدن گوہر خوش آب شفق

بحر معنی کا اک سفینا ہے

ہے یہ تاریخ انطباع قمر

چیدہ یہ چار باغ مینا ہے

۱۳۱۱ھ